نقد و تحقیق

جناب منیر احمد وقار

قسط ۲ (آخری)

ایک وتر پڑھنا سنت سے ثابت ہے!

بعد ازاں مولانا موصوف نے تین وتروں میں فصل کرنے کا امر بھی ختم کر دیا اور اسے خلافِ سنتِ پیغمبرؐ گردانا ہے۔ حالانکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے عمل سے ان میں فصل کا جواز ملتا ہے۔

تین رکعت وتر میں فصل

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستیاں ہیں جنھوں نے براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم دین سیکھا، علاوہ ازیں دوسرا کوئی شخص نہیں جو اتباعِ رسولؐ میں صحابہ کرامؓ سے آگے ہو۔ ان کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ تین رکعت وتر میں فصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

"ان ابن عمرؓ کان یسلم بین الرکعة والرکعتین فی الوتر حتی یأمر ببعض حاجته" (ج ۱ ص ۱۳۵)

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ وتر میں ایک رکعت اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے تھے، حتیٰ کہ (اس دوران) اپنی کسی ضرورت کے لیے حکم بھی فرماتے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ فعل اپنے معنیٰ و مفہوم میں نص ہے کہ دو رکعت اور ایک رکعت کے درمیان فاصلہ کرنا جائز ہے۔

تین رکعت وتر میں درمیانہ تشہد؟

اس کے بعد مولانا موصوف نے لکھا کہ تین رکعت وتر میں درمیانی تشہد نہ بیٹھنے کی کوئی مرفوع حدیث نہیں ملتی، حالانکہ اس امر پر کئی ایک احادیث دال ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تو آپؐ تشہد نہیں بیٹھتے تھے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوتر بثلاث لا یجلس فیھن ولا یتشھد الا فی اٰخرھن" (المستدرک ج ۱ ص ۳۰۴)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر میں تشہد نہیں بیٹھتے تھے۔

مولانا موصوف نے درمیانی تشہد بیٹھنے پر جو دلائل تحریر کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ قیام اللیل صـ۲۱۰-۲۱۱، مصنف عبدالرزاق صـ۱۲۰، مؤطا محمد صـ۱۵۰، مصنف عبدالرزاق ج ۳ صـ۲۶ پر ہے کہ وتر ایسے پڑھو، جس طرح نمازِ مغرب پڑھتے ہو۔ یعنی نمازِ مغرب کو نمازِ وتر سے تشبیہ دی ہے کہ جیسے اس کے دو تشہد ہوتے ہیں، ایسے ہی نمازِ وتر کے بھی دو تشہد کرو۔ حالانکہ ان سب روایات میں کلام ہے اور اکثر محدثین نے انھیں ضعیف کہا ہے۔ ان روایات میں ایک راوی یحییٰ بن زکریا الکوفی ضعیف راوی ہے، بلکہ اس کو کذّاب، سیئ الحفظ، متہم بالکذب، متروک اور غیر معتبر کہا گیا ہے، دیکھیے دار قطنی ج ۲ ص ۲۸، نہایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۹۹۴، نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۱۹ اور تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۱۶۔

ہاں صحیح روایات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ وتر نمازِ مغرب کی طرح پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا توتروا بثلاث اوتر بخمس او بسبع ولا تشبّهوا بصلوٰۃ المغرب"

یعنی تین وتر جب پڑھو تو انھیں نمازِ مغرب سے مشابہ نہ کرو —— نمازِ مغرب میں دو تشہد بیٹھتے ہیں، نمازِ وتر میں ایک تشہد بیٹھو!

ایک دوسری روایت یوں ہے کہ:

"لا توتروا بثلاث ولکن اوتروا بخمس او بسبع او بتسع او احدیٰ عشرۃ رکعۃ او اکثر من ذالک ولا تشبّهوا بصلوٰۃ المغرب"

(المستدرک ج ۱ ص ۳۰۴)

گویا تین وتر میں تشہد نہ بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فعلاً بھی ثابت ہے اور حکماً بھی!

مشابہت کا عجیب مطلب

مولانا موصوف نے "ولا تشبّهوا بصلوٰۃ المغرب" کا عجیب مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جس طرح نمازِ مغرب سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی، اس طرح نمازِ وتر نہ پڑھو۔ حالانکہ مشابہت کا یہ مطلب سراسر غلط ہے، اور سفید جھوٹ بھی! —— اس لیے کہ نمازِ مغرب سے قبل نوافل پڑھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی

ثابت ہے اور صحابہ کرام رض سے بھی! — دلائل ملاحظہ ہوں:

- "عن انس ابن مالکؓ قال کان المؤذن اذا اذّن قام ناس من اصحاب النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم یبتدرون السّواری حتّٰی یخرج النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم وھم کذالک یصلّون الرّکعتین قبل المغرب"
(صحیح بخاری ۱/۹۱)
- "عن انس ابن مالکؓ قال کنّا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نصلّی رکعتین بعد غروب الشّمس" (صحیح ۱/۲۳۰)
- "انّ جابر بن عبد اللہ یصلّی قبل المغرب رکعتین"
(المحلّٰی لابن حزم ۲/۲۵۷)
- "عن راشد بن یسار قال اشھد علی خمسۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم من اصحاب الشّجرۃ انّھم کانوا یصلّون رکعتین قبل المغرب" (ایضًا)
- "وعن الحکم بن عتیبۃ انّہٗ صلّی مع عبد الرحمان ابن ابی لیلٰیؓ فکان یصلّی الرّکعتین قبل المغرب" (ایضًا)
- "نسئل الحسن البصری عن الرّکعتین قبل المغرب فقال حسنتین جمیلتین لمن اراد بھما وجہ اللہ تعالٰی" (ایضًا)
- "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم صلّوا قبل المغرب ثلٰثًا وفی الثالثۃ من شاء" (صحیح بخاری ۱/۱۵۷)

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، نمازِ مغرب سے پہلے نماز پڑھو، نمازِ مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔ جب تیسری دفعہ فرمایا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ جو چاہے پڑھ لے!"

آپؐ کی اس ترغیب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ مغرب سے پہلے اور غروبِ شمس کے بعد نماز پڑھی جا سکتی ہے اور اس کی فضیلت بھی ہے۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ مذکورہ حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"ھٰذا الحدیث من اقوی الادلّۃ علی استحبابھا" فتح الباری: ۸۳/۱۱، ج ضؔ)

افسوس کہ مولانا نے ان دلائل و براھین سے محض قولِ امام کی خاطر آنکھیں بند کرلی ہیں، اور جو اتنا بڑا المیہ ہے کہ اس کے خسران کا اصل اندازہ روزِ قیامت کو ہوگا، ہاں آج ان لوگوں کو یہ احساس نہیں کہ ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اقوالِ ائمہ کو ترجیح دے کر، نیز لوگوں کو سنتِ رسول ؐ سے دور کر کے یہ کتنا بڑا بوجھ اپنے سر لے رہے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائیں!

آخر میں مولانا تعصب کے ترکش کا آخری تیر بھی پھینک گئے ہیں کہ دعائے قنوت صرف رکوع سے پہلے پڑھی جائے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں طرح منقول ہے، قبل الرکوع بھی اور بعد الرکوع بھی! ملاحظہ ہو، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ ـــــ علاوہ ازیں ائمہ میں سے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی قنوت بعد الرکوع کے قائل ہیں۔ (مؤطا امام مالکؒ ص ۱۴۳)

نمازِ وتر کا خلاصہ اصل میں صلوٰۃ الوتر ایک رکعت ہی ہے :

"الوتر رکعة واحدة من اٰخر اللّیل" (صحیح مسلم : ۷۵۲)

اس کے علاوہ ایک رکعت کے ساتھ دو، چار، چھ، آٹھ، دس اور بارہ رکعتیں ملا کر بالترتیب تین، پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ رکعتیں وتر پڑھنا جائز ہے (تلخیص الحبیر ۲/۱۴-۱۸)

اور ان سب صورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا عمل رہا ہے، لہٰذا سب ہی ٹھیک ہیں، ہاں ان صورتوں میں سے صرف ایک یعنی تین کی تعداد کو اختیار کر کے باقی سب کی نفی کر دینا ناقص تحقیق اور یا پھر تعصب کی علامت ہے۔

تین وتر پر اجماع کی حقیقت النہایہ شرح ہدایہ (۲/۵۰۱) میں ہے کہ عمرو بن عبید حسن البصری سے روایت کرتا ہے کہ :

"اجمع المسلمون علیٰ انّ الوتر ثلاث ولا یسلّم الّا فی اٰخرھنّ"

"یعنی تمام اہلِ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وتر تین رکعت ہیں، اور ان کے آخر میں ہی سلام پھیرا جائے گا"

اس روایت کا سہارا لے کر احناف اس بات پر پکے ہوگئے ہیں کہ وتر تین رکعت ہی ہیں۔ حالانکہ روایت کا راوی عمرو بن عبید المعتزلی ہے اور یہ حسن بصریؒ سے جھوٹے مذاہب نقل کرنے میں معروف ہے۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں وضاحت فرمائی ہے کہ عمرو بن عبید، حسن بصری سے موضوع روایتیں نقل کرتا ہے (مقدمہ مسلم، ۱/۱۰۸-۱۱۰) اور ان کا یہ اثر مصنف ابنِ ابی شیبہ میں بھی ہے۔ حافظ بدرالدین عینیؒ نے ہدایہ کی شرح النہایہ میں اسے واضح نہیں کیا اور نہ ہی عمرو بن عبید پر جرح

کی ہے — یوں انھوں نے اس روایت پر اپنے مسلک کو بیان کیا ہے، جو قابلِ افسوس ہے ذیل میں ہم عمرو بن عبید کے متعلق ائمۂ حدیث کی آراء نقل کرتے ہیں :

۱۔ جمال الدین المزی نے تہذیب الکمال میں ائمہ سے صراحتاً نقل کیا ہے کہ عمرو بن عبید حسن بصری سے جھوٹی روایتیں نقل کرنے میں معروف ہے۔ (۱۲۶/۲۲)

۲۔ ابوالحسن المیمونی احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں کہ :

"انّ عمرو بن عبید لیس باھل ان یحدّث عنه" (العلل ومعرفة الرّجال ۱۲۳/۲، تہذیب الکمال فی اسماء الرّجال ۱۲۴/۲۲)

یعنی عمرو بن عبید اس قابل نہیں کہ اس سے حدیث بیان کی جائے !

۳۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: "لیس بشئ" (الجرح والتعدیل ۶/۱ الترجمة ۱۳۶۵)

۴۔ عمرو بن علی لکھتے ہیں: "عمرو بن عبید متروك الحدیث وصاحب بدعة" (ایضًا)

۵۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں : متروک الحدیث " ہے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ۲۲/۲۴)

۶۔ امام نسائی فرماتے ہیں: "لیس بثقة ولا یکتب حدیثه" (الکامل لابن عدی: ۲/۱ الورقة ۳۹۷)

۷۔ ابوداؤد الطیالسی فرماتے ہیں: "کان عمرو بن عبید یکذب فی الحدیث"

(الضّعفاء للعقیلی: ۱۵۴)

۸۔ امام عفّان، عمرو بن عبید کے متعلق فرماتے ہیں:

"لا تأخذ عن ھٰذا شیئًا فانّهٗ یکذب علی الحسن" (تاریخ الخطیب ۱۲/۱۸۰)

۹۔ خالد بن خراش فرماتے ہیں: "مالنا ولعمرو بن عبید، عمرو یکذب علی الحسن"

(ایضًا ۱۲/۱۸۰-۱۸۱)

۱۰۔ عمرو بن علی فرماتے ہیں، میں نے معاذ بن معاذ سے سُنا، وہ عوف کے لیے کہہ رہے تھے :

"انّ عمرو بن عبید حدّثنا عن الحسن کذا وکذا، فقال کذب واللّٰه عمرو" (تہذیب الکمال فی اسماء الرّجال ۱۲۶/۲۲)

۱۱۔ احمد بن زھیر فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، کہہ رہے تھے :

"کان عمرو ابن عبید رجل سوء عن الدّھریة" (المجروحین: ۷۰/۲، تہذیب الکمال فی اسماء الرّجال ۱۲۶/۲۲)

ان کے علاوہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، حمیدیؒ اور حاکمؒ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ اتنے علماء جرح و تعدیل کی عمرو بن عبید پر جرح کے باوجود یار لوگوں نے اس کی من گھڑت اور جھوٹی روایات کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے، اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل اس کی روایات کو قولِ امام کی خاطر قبول کر لیتے ہیں کہ اپنے امام کا قول جھوٹا نہ ہو۔ بالفاظِ دیگر امام صاحب کے قول کے مقابل اگر حدیثِ رسولؐ آجائے تو اسے ترک کر دیا جاتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں تقلید کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو چکی ہیں کہ جن کا کاٹنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اور تقلید (بالخصوص آج کل کی اندھی تقلید) اس قدر بری چیز ہے کہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض و عدول کا سبب بنتی ہے — دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تباہ کاریوں سے مسلمانوں کو بچائے — آمین!

کیا یہ سلوک مناسب ہے؟

ادارہ "حرمین" کو زبانی یا بذریعہ ڈاک بہت سے ایسے آرڈر ملتے ہیں کہ "ہمارے نام حرمین جاری کر دیا جائے، رقم بعد میں ادا کر دی جائے گی!" — آرڈر کی تعمیل ہوتی ہے، ایک مدت تک "حرمین" کی ترسیل ان کے نام ہوتی رہتی ہے، پھر "حرمین" میں انہیں بار بار یاددہانی کرائی جاتی ہے کہ "سالانہ زرِ تعاون جلد روانہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں!" — ناچار انہیں وصولیٔ رقم کے لیے وی پی پی روانگی کی اطلاع دی جاتی ہے — اور پھر جب وی پی پی روانہ کیا جاتا ہے تو یہ حضرات بڑے اطمینان سے اسے واپس کر دیتے ہیں — ادارہ "حرمین" کو ان سے یہ پوچھنے کا حق پہنچتا ہے کہ کیا ایک دینی جریدہ سے ان کا یہ سلوک مناسب ہے؟ اور کیا ان حالات میں ہم یہ تبلیغی سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں؟ — معذرت کے ساتھ!

(مینجر)